امیر خسرو "خزائن الفتوح" کے آئینے میں

ڈاکٹر شبیر احمد وانی
بخش فارسی دانشگاہ کشمیر

چکیدہ

امیر خسرو کی خزائن الفتوح کو بعد کے اکثر مورخین نے ماخذ کے طور پر استعمال کیا ہے اس کے معتبر اور موثق ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ سر سید احمد خان اور ایلیٹ جیسی علمی اور ادبی شخصیات نے اس تاریخی صحیفہ سے استعفادہ کیا ہے۔ خزائن الفتوح کی ادبی خصوصیات اسے دوسری تاریخوں سے ممتاز بنا دیتی ہیں۔ خسرو نے رفعت کمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے تاریخ اور ادب دونوں کے قواعد اور اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس شاہکار کو قلم بند کیا ہے۔ یہ خسرو کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو ان کی ہمہ گیر شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ خزائن الفتوح میں امیر خسرو ہمیں بیک وقت مورخ، شاعر، ادیب، ماہر لسانیات اور ماہر سماجیات کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: امیر خسرو، خزائن الفتوح، شاعر، ادیب، تاریخ، ادب۔

مقدمہ:

این نامہ کہ نقد فتح دارد در جیب
شد نام خزائن الفتوحش از غیب

قرون وسطیٰ سے لیکر آج تک ہمارے دلوں پر امیر خسرو کی عظمت اور بزرگی کی دھاگ بیٹھی ہوئی ہے۔ ہمیں تاریخ کی وسیع و عریض بساط پر امیر خسرو کے بعد کوئی شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جو ان کی طرح مجموعۂ کمالات اور جامع صفات ہو۔ مولانا شبلی نعمانی نے شعر العجم میں لکھا ہے کہ ایران نے اگرچہ فردوسی، سعدی، انوری، حافظ، رومی، جامی جیسے شعرا پیدا کئے لیکن ان کی حدود حکومت ایک اقلیم سے آگے نہیں بڑھتی، فردوسی اور رومی مثنوی سے آگے نہیں بڑھ سکتے، سعدی قصیدے کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، انوری مثنوی اور غزل کو چھو نہیں سکتا، حافظ غزل کے دایرے سے باہر نہیں نکل سکتے لیکن خسرو کی جہان گیری میں غزل، مثنوی، قصیدہ، رباعی سب کچھ داخل ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے خطہای سخن یعنی تضمین، مستزاد اور صنایع وبدایع کا تو شمار نہیں، تعداد کی لحاظ سے دیکھو تو اس خصوصیت میں کسی کو ان کی

ہمسری کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ فردوسی کے اشعار کی تعداد کم و بیش ستر ہزار ہے صائب نے ایک لاکھ سے زیادہ شعر کہے ہیں لیکن اکثر تذکرہ نگاروں نے خود امیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا کلام تین لاکھ سے زیادہ اور چار لاکھ سے کم ابیات پر مشتمل ہے۔ امیر خسرو کے بارے میں جو تعجب خیز اور اعجازی خصوصیت لوگوں کو دریائے حیرت میں غوطہ زن کرتی ہے وہ یہ کہ امیر خسرو نے جس میدان میں قدم رکھا اس میدان کے شہسوار ہوئے۔ انہوں نے مثنوی میں طبع آزمائی کی تو مولانا جامی کو کہنا پڑا کہ خمسہ نظامی کا جواب خسرو سے بہتر کسی نے نہیں دیا۔

قصیدے کی طرف متوجہ ہوئے تو ایسے قصیدے لکھے کہ ذرہ کو سورج بنا دیا اور شبلی نعمانی نے اعتراف کیا کہ " قصاید میں امیر نے جس قدر نئے مضامین، لطیف استعارات، نئی نئی تشبیہیں اور گوناگوں اسلوب پیدا کئے ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا" (شبلی نعمانی، شعر العجم، ج ۲ ص ۱۵۱)۔ جب امیر خسرو کی غزل کی بات آتی ہے تو دل و دماغ میں ایک مستی سی چھا جاتی ہے۔ درد، سوز و گداز، جذبات، معاملات، عشق، عجز و نیاز جیسے اجزا غزل کی جان ہے اس کے علاوہ یہ بھی شرط ہے کہ جس زبان میں یہ جذبات اور معاملات ادا کئے جائیں وہ سادہ، بے تکلف، نرم، لطیف، نیاز آمیز ہو۔ اس صفت میں امیر خسرو شیخ سعدی کے دوش بہ دوش ہے لیکن وہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں انہوں نے غزل کی اصلیت کے علاوہ کمال شاعری کی بہت سی چیزیں اضافہ کیں اور ایجادات اور اختراعات کے چمن کھلائے۔ مولانا غلام علی آزاد خزانہ عامرہ میں لکھتے ہیں۔

"مخفی نماند کہ ھنگامہ آرائے سخن طرازی شیخ سعدی شیرازی کہ مروج طرز غزل است خال خال و قوع گوئی ھم دارد، مثل این بیت:

دل و جانم بتو مشغول و نظر در چپ و راست
خوش آن زمان کہ بر ویش نظر نہفتہ کنم
تا نداند رقیباں کہ تو منظور منی
چون سوی من نہ کرد او نظر بگردانم

اما ناسخ نقوش مانوی امیر خسرو دھلوی کہ معاصر شیخ سعدی است بانی و قوع گوئی گردید و اساس آن رابلند ساخت" (آزاد، غلام علی، خزانہ عامرہ ص ۲۵)

Scanned with OKEN Scanner

امیر خسرو اگر صرف ایک شاعر ہوتے کوئی خاص بات نہ تھی لیکن امیر خسرو بیک وقت شاعر، انشاء پرداز، مورخ، ماہر موسیقی اور صوفی باصفا تھے ان کی ذہنی اور فکری وسعت کا احاطہ ممکن نہیں۔ مغربی اور مشرقی مورخوں نے ان کو حافظ اور سعدی کا ہم مرتبہ قرار دیا ہے۔ اور ان کو طوطی شکر مقال، طوطیٔ ہند، خسرو اقلیم سخن اور خسرو شیریں بیان جیسے خطابات سے یاد کیا ہے۔

اصل موضوع:

جب ہم امیر خسرو کی تاریخی آثار کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان میں ایک بہترین مورخ کی تمام خصوصیات نظر آتی ہیں ان کے منثور تاریخی آثار میں اعجاز خسروی، افضل الفوائد کے علاوہ ایک تصنیف "خزائن الفتوح" یا تاریخ نامہ علائی بھی ہے خزائن الفتوح اپنی خصوصیات کے اعتبار سے منفرد اور اہم مقام رکھتی ہے۔ چونکہ میرا مقصد خزائن الفتوح کے ذریعہ سے خسرو کی اہمیت اجاگر کرنا ہے اس لئے میں اسی حوالے سے بات کروں گا۔ علاوالدین خلجی کے عہد کی یہ مختصر سی تاریخ خسرو نے ۷۱۱ھ میں پوری کی اور اس میں سلطان علاؤالدین کے متعلق وہ واقعات درج ہیں جو سنہ ۶۹۵ھ سے لیکر ۷۱۱ھ تک وجود میں آئے، یعنی یہ تصنیف سلطان علاؤالدین خلجی کے ابتدائی سولہ سالہ عہد حکومت کی مستند اور معتبر تاریخ ہے۔ کتاب کی وجہ تصنیف کے بارے میں خسرو اس کے دیباچہ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں؛

> "رقم سنج مدائح شہنشاہی علایی بندہ خسرو کہ قلمش ہر چند پابلندی کند و تمامی عرصہ ئسیاہی و سپیدی را دست بدست و انگشت بانگشت بہ پیماید، از اول پایہ ئ محامد ایں شاہ در نتواند گذشت، عرصہ میدارد بر آن جملہ کہ چون در لوح پاک ازل اصابع صانع نگاشتہ بود کہ کلک ثنا خدایگانی بر نون ناخن بندہ، چون شہاب پہلوی ہلال و تیر در قوس سریع السیر باشد، الف الطاف الٰہی کہ مفتاح لطائف نامتناہی است۔ ابواب ذخایر، "وللہ خزاین السماوات والارض" بر بندہ بگشادو جواہر کہ بحتری و ابو تمام راعطانہ فرمودہ بود در ذیل صحیفہ ئ انشاء من ریخت۔ اگرچہ ہر دری از آنہا بود کہ مشتری قیمت آن ندان، مع ہٰذا از آن دری نمود کہ نثر آن جناب فلک مآب راشاید اماچون متاعی از این بیش بہا

Scanned with OKEN Scanner

تر در چہار بازار طبیعت تعذری تمام داشت ناچار ہمان را در سلک نظم کشیدم

بدان اعتماد کہ:

جناب شاہ دریائی کرم شد   بدریا ہر چہ افتد ر د نگردد

چون یقین کردم کہ مضمونات حروف کثر مژبرسان خدمتی مور پیش تخت

سلیمانی ثانی کہ ابد الاباد فرماندہ جمہورانس جان داد، شرف قبول می یابد و ہر

نظمی کہ بندہ پیش می برد اگرچہ ہمہ در وی جز بحر خشک چیزی دیگر نمی باشد، از

عین عواطفِ آن را آبی تمام بحاصل می آید چنانکہ سفائن نفائس بندہ

بمد این موجِ الطاف در خشکی وتری روان می گردد و استغراق بدین نعمبندہ را

بر جسر جسارت عبور دادہ تا از آن گونہ کہ در بحور نظم فراوان عوض نمودہ

بودم وانبارہای لالی گرد آوردہ، خواستم کہ سُدہ والاتری نیز بیارایم۔

ماناکہ درآن نظر کند شاہ چون مہر بسوی سنگ قابل" (امیر خسرو، خزائن الفتوح، ۱۹۵۳، ص ۲، ۳)

اس کے بعد امیر خسرو لکھتے ہیں کہ اگرچہ میرا قلم ہمیشہ نظم کے لئے وقف رہا ہے اور کبھی محاسن نثر کی طرف متوجہ نہیں ہوا، میں اس عروس کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ بڑے آدمیوں کی آنکھ برائیوں کی طرف مایل نہیں ہوتی۔ اگر مجھے عمر جاودان مل سکتی تو اس کا بہترین مصرف یہی ہوتا کہ اسے بادشاہ کی مدح و ثنا میں گذار دوں، لیکن میں جانتا ہوں کہ زندگی مختصر ہے اور اس لئے اس کے اوصاف کے بے پایان سمندر سے میں ایک چلو بھر پانی لینے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

خزائن الفتوح کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کو لکھنے سے پہلے خسرو نثر میں ایک نیا اسلوب قائم کر چکے تھے اور یہ اسلوب وہی تھا جس کا ذکر انہوں نے اعجاز خسروی میں کیا تھا یعنی ایہام کا استعمال اور عبارت کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کرکے ہر ایک ٹکڑے میں ایک الگ "نسبت" کو کام میں لانا۔ اس طرز تحریر میں تکلف اور پیچیدگی کا پیدا ہو جانا ناگزیر ہے۔ ہر نسبت کا آغاز ایک مصرع سے ہوتا ہے اور اس کا اختتام عربی یا فارسی شعر پر ہوتا ہے۔ اس انداز نگارش میں خسرو نے سب سے زیادہ صنعت مراۃ النظیر سے استفادہ کیا ہے۔ خسرو نے اس کتاب میں تاریخ بیان کرنے کا ایک بالکل نیا طریقہ

اختیار کیا ہے یعنی ہر ایک واقعہ کی تاریخ کو ایک معمے کی شکل میں بیان کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ روش ان کی اپنی ایجاد ہے۔ اعداد یا الفاظ میں جو تاریخ لکھی جاتی ہے۔ اس کا امکان رہتا ہے کہ اسے غیر محتاط کاتب کچھ کا کچھ کر دیں، لیکن اگر مادۂ تاریخ ہو تو اسے از بر کرنا بھی آسان ہے اور اس میں تغیر کے امکانات بھی کم رہتے ہیں غالباً یہی وجہ ہے کہ امیر خسرو نے مادۂ تاریخ کا استعمال کیا مثلاً علی بیگ اور ترتاق، مغل سرداروں کی گرفتاریوں کی تاریخ یوں لکھی ہے:

"و در تاریخ سال معلوم شد کہ پای علی بیگ در سلسلہ افتد و سر و پای ترتاق نیز ہمانجا گرفتار آید" (ص،۳۸) تاریخ معلوم کرنے کے لئے ان حرفوں کے اعداد جوڑنا لازم ہے؛ علی بیگ کا پاؤں یعنی آخری حروف (گاف،۲۰) "سلسلہ" کے حروف (س ل س ل ہ، ۱۸۵) ترتاق کا سر یعنی پہلا حرف (ت، ۴۰۰)اور پاؤں یعنی آخری حرف (ق،۱۰۰) کل مجموعہ ۷۰۵ بنتا ہے اور یہی ان سرداروں کی گرفتاری کا ہجری سن ہے۔

خسرو نے اس تصنیف میں ہندی کے بعض الفاظ بھی بڑی خوبصورتی سے استعمال کئے ہیں اور اس دور کے سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ سماجی حالات بھی پیش کئے ہیں

امیر خسرو نے خزائن الفتوح میں علاؤالدین کا مرتبہ اکابرین اسلام سے بڑھا دیا ہے۔ بظاہر اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ شاید وہ بادشاہ پرستی کی دوڑ میں اپنے دور کے ندیموں اور امیروں سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے تھے۔ یا ان کی فکر و احساس پر کوئی داخلی یا خارجی دباؤ ایسا تھا کہ جس کے نقوش امتداد زمانہ نے دھندلا دئے ہیں۔ جب وہ علاؤ الدین کی شخصیت میں خلفای راشدین کی خصوصیات کی موجودگی کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارے تعجب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ خزائن الفتوح میں ان کا یہ انداز بیان اور معنی آفرینی ایک عام آدمی کے لئے انتہائی حیرت کن ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "اثری از ماثر جھان داری این خلیفہ محمد نام، ابو بکر صدق، عمر عدل، نیز باز گوئم کہ عثمان وار آیات رحمت رحمانی را در جلد مصحف وجود چگونہ جمع آوردہ است و علی کردار ابواب علم را در مدینتہ الاسلام بہ کلید رحمان بر چہ نمط باز کشادہ و این مصر جامع را از کف دجلہ فیض بہ چہ آب روشنیٔ بغداد دادہ و رایات عباسیر را کہ از افتادن واقعات گران خورد شکستہ بود بہ علامات خلافت

Scanned with OKEN Scanner

خویش بر قاعدۂ عدل از سر برپای کردہ و عرصۂ ممالک آفاق را از ارشاد
رائے رشید چہ طریق مامون گردانیدہ و در جمہور امور چہ نوع الالمستنفر باللہ و
المستعصم بعونہ بودہ" (امیر خسرو، خزائن الفتوح، ۱۹۵۳، ص ۶)

تاریخی اعتبار سے خزائن الفتوح عہد علائی کی سب سے مستند اور معتبر کتاب مانی جاتی ہے۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ نے اپنی مفصل تاریخ میں اس کتاب کے بعض اجزا کا ترجمہ کر کے اسے شہرت بخشی۔ یہ کتاب حمد و نعت سے شروع ہوتی ہے اس کے بعد سلطان علاؤالدین کی مدح اور اپنے شاعرانہ کارناموں کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کے بعد اصل تاریخ کا آغاز ہوتا ہے اور علاؤالدین کی تخت نشینی کے بارے میں تفصیل ملتی ہے خسرو لکھتے ہیں کہ سلطنت کا نظم و نسق فتح و تسخیر سے زیادہ اہم ہے اس لیے پہلے ان اقدامات کا ذکر کرتے ہیں جو علاء الدین خلجی نے اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے کئے تھے خسرو نے ان عمارتوں کا ذکر بھی بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے جو علاؤالدین نے تعمیر کروائیں تھیں۔ اس کے علاوہ خسرو نے عہد علائی کی اصلاحات مثلاً غلہ کی ارزانی، دار العدل کی بنیاد، میوہ ہائے پختہ اور شیرین، لباس اور شہر کی فصیل جیسی عمومی چیزوں کی تفصیل بڑے ماہرانہ انداز میں پیش کی ہے۔ چونکہ اس تصنیف کا اصل مقصد تاریخ ہے اس لئے خسرو نے اس میں سلطان علاؤالدین کی فتوحات کا ذکر بڑے جوش و خروش سے کیا ہے۔ ہر ایک فتح اور مہم کا حال اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ جنگ کا پورا نقشہ ابھر کر سامنے آجاتا ہے اس کتاب میں مغلوں پر فتح، گجرات کی تسخیر، رنتھنبور کا محاصرہ، مانڈو کی فتح، چتوڑ کی تسخیر، دیوگیر کی مہم، سوانہ اور تلنگانہ کی فتح کی علاوہ معبر کی تسخیر پر سیر حاصل تفصیل ملتی ہے

نتیجہ گیری:

مختصر یہ کہ خزائن الفتوح امیر خسرو کے علمی و ادبی کمالات کا مظہر ہے۔ یہ تاریخ ان کی کثیر الجہتی کا واضح ثبوت ہے۔ اس لئے جب ہم امیر خسرو کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد کوئی ایک فرد واحد نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصود اس تمدنی ارتقاء و سرگرمی کی متحرک رفتار کی جانب اشارہ کرنا ہوتا ہے، امیر خسرو جس کی جولانگاہ تھے اور جس کو انہوں نے اپنی مکمل شخصیت کے ذریعہ توانائی بخشی اور بسرعت آگے بڑھایا۔ چھ سو سال گذر جانے کے بعد ان کی یاد آج بھی اسی طرح تر و تازہ ہے۔ دانشوروں اور صاحبان علم و

Scanned with OKEN Scanner

فضل کے درمیان آج بھی وہ مقبول ہے اور شعر و سخن کی ناطورۂ طناز کے لئے وہ اسی طرح عزیز ہے گویا کہ وہ آج بھی اپنے مادی وجود کے ساتھ ہم میں موجود ہیں۔

مآخذومنابع

۱۔ شعر العجم از علامہ شبلی نعمانی، ج دوم، مطبع معارف اعظم گڑھ (یوپی) ۱۹۸۸ء

۲۔ آزاد، غلام علی، خزانہ عامرہ، مطبع نول کشور، ۱۲۷۱ھ

۳۔ امیر خسرو، خزائن الفتوح، تصحیح و تحشیہ، محمد وحید مرزا، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، ۱۹۵۳ء

۴۔ امیر خسرو از محمد وحید الدین، ہندوستانی اکیڈمی، یو۔پی، ۱۹۴۹ء

۵۔ خسرو اور عہد خسرو از عبدالرئوف عروج، نیشنل کمیٹی برائے سات سو سالہ تقریبات امیر خسرو، ۱۹۷۵ء

۶۔ امیر خسرو از سید غلام سمنانی، نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء

۷۔ حیات امیر خسرو از خان بہادر تقی محمد خان، ٹائمز پریس کراچی، ۱۹۵۶ء

۸۔ امیر خسرو (عہد، فن اور شخصیت) از عرش ملسیانی جمال پرنٹنگ پریس دہلی

۹۔ امیر خسرو احوال و آثار از ڈاکٹر نور الحسن انصاری، کوہ نور پریس دہلی ۱۹۷۵ء

۱۰۔ تاریخ فیروز شاہی از ضیاالدّین برنی، کلکتہ۔ ۱۹۱۴ء

۱۱۔ ریاض الشعرا از علی قلی خان والہ داغستانی۔ ج اول، رامپور رضا لائبریری، ۲۰۰۱ء۔

Scanned with OKEN Scanner